اقبال اور مغرب کا تصور کلچر

(سپنگلر اور ٹی۔ایس۔ایلیٹ کے خصوصی حوالے سے)

ڈاکٹر صفیہ عباد*

Abstract:

This research paper is Allama Iqbal's point of view about Islamic culture, compared with western cultural thoughts with particular reference of Spengler and T.S. Eliot. The main theme is taken from Iqbal's fifth lecture. "The spirit of Muslim Culture". This article brings a great difference between Islam and western world in this regard. Iqbal condemns their misconception about Islam and expressed with logic that the spirit and mysticism of Islamic culture is never ever borrowed from other civilizations and religions. But it is pure intellect and religious philosophy, higher Sufism, the ideal reversed in the possession and enjoyment of the infinite. Where as the western culture lacks the Universal, religious and spiritual values concerning with human being.

کلچر کا لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس لفظ کے ساتھ معاشرے کے بہت سے بنیادی مسائل وابستہ رہے ہیں۔ یہ لفظ اپنی جامعیت اور وسعت کے اعتبار سے ایسا نہیں ہے۔کہ اس کی کوئی ہو بہو تعریف کی جائے اسطرح سے، کہ کوئی واضح تصویر آنکھوں کے سامنے آ جائے۔جبکہ یہ ہماری زندگی کی بنیادی شئے اور ضرورت ہے۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> ''اِسے آپ خوشبو کی طرح سونگھ سکتے ہیں۔ہوا کی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔لیکن اشیاء کی طرح اس کی کوئی تصویر نہیں بنا سکتے۔''(۱)

اگر دیکھا جائے تو صحت مند معاشرے میں اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔کہ کلچر کی تعریف کی جائے۔اور

* شعبہ اُردو، الخیر یونیورسٹی، بھمبر

زندگی میں اس کے عمل دخل کی ضرورت کا احساس پیدا ہو۔ کیونکہ ایسے معاشرے میں ہر شئے کے درمیان رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔ سارا معاشرہ تنا آور درخت کی طرح پھلتا پھولتا ہے۔لیکن جب یہ رشتے اور رابطے بکھرنے لگ جائیں۔اخلاق اور فکر کی مروجہ اقدار میں بدلتے ہوئے زمانے کا ساتھ دینے کی قوت باقی نہ رہے۔ان میں صلاحیتِ ارتقاء بند ہو جائے۔تو تضاد اور خطرات کے عناصر سارے معاشرے کو نئے نئے بحرانوں کا شکار بنا دیتے ہیں۔ پھر یہ بحران شدید سے شدید تر ہوتے جاتے ہیں۔یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے۔ جہاں معاشرے کے ذہین افراد پھر سے تہذیبی مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تاکہ معاشرے میں اقدار و افکار کی نئی ترتیب، تاویل اور تشکیل کے ذریعے ان تہذیبی رشتوں کو مربوط کیا جاسکے۔ اور زندگی میں نئے معانی پیدا کر کے فرد اور معاشرے میں نئی قوتوں کو جنم دیا جاسکے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق:

> ''کلچر ایک ایسا لفظ ہے۔ جو زندگی کی ساری سرگرمیوں کا، خواہ وہ ذہنی ہوں، یا مادی۔ خارجی ہوں یا داخلی، احاطہ کر لیتا ہے۔''(۲)

کلچر کے حوالے سے دیکھیں، تو تمام قوموں میں کلچر کی کچھ بنیادی خصوصیات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ کہیں یہ بھی ضرور ہے۔ کہ کلچر کی ان مشترکہ صفات کے ساتھ ساتھ ہر قوم و ملک کا کلچر اپنے مخصوص نظریات وعقائد کے حوالے سے ایک دُوسرے سے فرق ہو جائے۔یہی فرق اُس ملک اور قوم کی انفرادیت بنتی ہے۔ جبکہ مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلچر میں تہذیب، عقائد، علوم وفنون، اخلاقیات، رسم ورواج، قانون اور وہ سارے حوالے شامل ہو جاتے ہیں۔ جو انسان کو سماجی فضا میں زندگی بسر کرنے کیلئے مہیا ہوتے ہیں۔

کلچر کے ضمن میں اب تک دو لفظ زیادہ استعمال ہوتے رہے ہیں۔ایک تہذیب اور دوسرا ثقافت۔عربی زبان میں لفظ تہذیب کے لغوی معنی درخت تراشنا، کاٹنا اور سنوارنا ہے۔ فارسی میں بھی یہ لفظ سنوارنے کے زُمرے میں آتا ہے۔ گویا خوش اخلاقی اور گفتار و کردار کی شائستگی اسکا ایک حوالہ بنتی ہے۔ گویا خارجی اعتبار سے یہ لفظ ہماری معاشرت و اخلاق کا اظہار بھی ہے۔ دُوسرا لفظ ''ثقافت'' ہے۔عربی زبان میں علوم وفنون پر قدرت، مہارت اور جلد کسی شئے کو سمجھ لینا مراد لیا جاتا ہے۔ گویا یہاں اسکا تعلق زیادہ تر ہمارے ''اذہان'' سے بنتا ہے۔اس طرح داخلی اور خارجی اعتبار سے شخصیت کی درستی، نکھار اور اُسے سنوارنے کا حوالہ تہذیب و ثقافت سے وابستہ دکھائی دیتا ہے۔

تصور کلچر کے حوالے سے اقبال کے خطبات اور بالخصوص پانچویں خطبے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اور اس مقالے میں زیادہ تر اسی خطبے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اقبال کے یہ خطبات انگریزی میں تھے۔ابتدا میں ان کی تعداد چھ تھی بعد میں ساتویں خطبے ''کیا مذہب ممکن ہے'' کا اضافہ ہوا۔اقبال کی وفات کے تقریباً پندرہ سال بعد سید نذیر نیازی

نے ان خطبات کا ترجمہ تشکیل جدید 'الہیات سلامیہ' کے نام سے کیا۔ یہ نام اقبال نے خود تجویز کیا تھا۔

ان خطبات کے دیباچے میں اقبال کا موقف یہ ہے کہ علمِ دین کو سائنٹیفک یا حکیمانہ انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ خطبات اسی ضرورت کے پیش نظر لکھے گئے۔ اقبال جانتے تھے۔ کہ فلسفیانہ افکار میں کوئی قطعیت نہیں ہوتی۔ بلکہ علم کی ترقی سے فکر کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ اور فکر انسانی ارتقا پذیر رہتی ہے۔ اور یہ نقطہ نظر کہ مذہب اور سائنس کے میدان جدا جدا ہیں۔ وہ انیسویں صدی تک محدود تھا۔ اقبال نے جدید طبعیات کا مطالعہ کیا تھا۔ اقبال کے ان خطبات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مغرب فلسفے میں جن جن خیالات موضوعات کا خود خالق کہتا ہے۔ ہر ایک خیال کی اسلامی فکر کی تاریخ میں کسی نہ کسی صوفی، مفکر یا صاحب حکمت کے خیال سے مماثلت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اقبال نے ضروری جانا۔ کہ زندگی کی تبدیلیوں کے ساتھ مذہب کی نئی ترجمانی ضروری ہے۔ اقبال اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس طرف توجہ دلائی۔ کہ آغاز اسلام سے عباسیوں کے آغاز اقتدار تک قرآن کریم کے علاوہ مسلمانوں کے پاس فقہ کا کوئی نظام نہ تھا۔ چوتھی صدی تک مذاہب فقہ پیدا ہونے کی صورت ملتی ہے۔ قرآن کتاب حکمت ہے۔ کتاب احکامات ہی نہیں۔ اقبال ابن تیمیہ کا خاص حوالہ دیتے ہیں۔ جنہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت کو ضروری سمجھا۔ اقبال نے اس طرح علماء کی آمریت کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اقبال کے خطبات درحقیت عصر حاظر کا جدید علم الکلام ہیں۔ جن کی ضرورت عرصہ دراز سے صاحب بصیرت محسوس کرتے تھے۔۔ اقبال مشرق ومغرب کے قدیم وجدید مسلم وغیر مسلم حکماء، فلاسفہ، صوفیا اور ماہرین فکر ونظر کے تنقیدی تجزیاتی شعور وادراک سے مستفید ہوئے۔ پھر اپنے علم اور فکر ونظر کی گہرائی کے پیش نظر قرآن حدیث اور صوفیائے اسلام کے تجربات ومشاہدات کو بنیاد اور حوالہ بنایا۔ اقبال نے ایک ایسی بلند سطح سے بات کی۔ اور واضح کیا۔ کہ عقل اور وحی میں تصادم نہیں ہوتا۔

اگر مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے۔ تو اقبال کے یہ خطبات سائنس اور مذہب کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر عشق، عقل، روح، مادہ، دُعا، عبادت، روحانیت، توحید، حیات بعد موت، ختم نبوت اور ان سے متعلقہ تمام مباحث کو عقل ودلیل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ اور حیات انسانی میں ان کی بنیادی ضرورتوں اور معاملات کی گرہیں کھولتے ہیں۔

پانچویں خطبے "The Spirit of Muslim culture" اقبال کے مخصوص تصور کلچر کا نچوڑ ہے۔ اس میں نہ صرف اقبال نے مسلم کلچر کی ہر زاویے سے وضاحت کی۔ بلکہ مغربی مفکر سپنگلر کو بنیاد بنا کر اس بارے میں پائے جانے والے منفی اور گمراہ کن نظریات کو رد کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کہ اقبال نے مغرب کے جن جن لکھاریوں اور فلاسفر کے کاموں اور ان کی تخلیقات کا قریب سے مطالعہ وتجزیہ کیا تو اقبال نے یا تو اُن کی فکر کی تعریف

کی۔ یا مدلل انداز اختیار کرتے ہوئے ان سے غیر مطمئن ہوئے۔ اور بعض مغربی فلاسفر کے نظریات کو تو انہوں نے یک جنشِ قلم رد کر دیا۔

اقبال سمجھتے تھے کہ مغرب نے کلچر کے حوالے سے زیادہ تر سپنگلر کی کتاب "The Decline of the West" کا ہی مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب کے دو ابواب عربی کلچر، اس کے مسائل، آئین اور ایشیائی کلچر کی تاریخ میں اس کے کردار اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن بقول اقبال

> "They are however, based on a complete misconception of the nature of Islam as a religious movement and of the cultural activity which is initiated"**(3)**

اقبال درحقیقت سپنگلر کے تحقیقی مقالے "The Decline of the West" سے بالکل غیر مطمئن تھے۔ اور ینٹیُل کانفرنس میں انہوں نے خطاب کرتے ہوئے خاص طور پر اس مقالے میں سپنگلر کے نقطہ نظر کے بے بنیاد نکات کو فوکس کیا۔ اور کہا کہ سپنگلر نے تاریخی حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے یہ فراموش کر دیا۔ کہ یورپی یونین کلچر کی تربیت اور ارتقاء میں مسلم کلچر کا کتنا اہم کردار رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے کلچر کے مغربی کلچر پر کتنے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اقبال نے یہاں ابن خلدون کو بطور تاریخ دان نہ صرف سراہا بلکہ اُن کے نظریہ تاریخ کو تصور تہذیب کے حوالے سے منفرد کہا۔ ابن خلدون کے نزدیک تاریخ بار بار دہرائے جانے والے واقعات کا تسلسل نہیں ہے۔ بلکہ ہر لمحہ رونما ہونے والے حالات و واقعات، مشاہدہ کائنات اور نت نئے تجربات پر مبنی ایک تخلیقی اور عملی صورت حال کا نام ہے۔ اور اس حوالے سے اقبال کہتے ہیں:

> "All this consitituted the intellectual inheritence of Ibn Khaldon. His cheif merit lies in his acute perception of and systematic expression to, the spirit of the cultural movement of which he was a most brilliant product"**(4)**

اقبال نے یونانیوں کے خیالات اور اُن کی اُس فلسفیانہ نگاہ کی بھی مخالفت کی۔ جو اسلامی تعلیمات کے منافی تھی۔ اور جس سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ یہ ضرور ہے کہ اسلام سے پہلے عیسائیت نے انسانیت کی فلاح اور ان کی بہتری کا پیغام دیا۔ لیکن خاص طور پر رومن عیسائیت مکمل طور پر اپنی اس تبلیغ میں کردار ادا نہ کر سکی۔ اور آج یورپ میں بھی عیسائیت کے ان اصلاحی اور تبلیغی اقدامات کو کوئی ٹھوس اور مثبت صورت بہتر انداز میں نظر نہیں آتی۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ مقامیت اور قومیت کی بنیاد پر ایک اجتماعی شناخت کے حامل کردار کی شناخت نے خود کو تشکیل دیا۔ جس میں اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار کا فقدان نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی آفاقی تعلیمات اور اس کی بنیادی

روح نے رفتہ رفتہ یونانی رجحانات اور منفی خیالات کو رد کیا۔اقبال کا اس حوالے سے فکری تناظر بڑا منفرد اور حقیقت کے قریب ہے۔اقبال کہتے ہیں:

"By the expression "Magian Culture" Spengler means the common culture associated with what he calls "Magian group of religious, Judousim, ancient chaldean religion, early christianity, zoroastranism and Islam.

My main purpose in these lectures has been secure a vision of the Spirit of Islam as emancipated from its magian overlayings which in my opinion, have misled Spengler. His ignorance of Muslim thought on the problem of time, as well of the way in which the "I" as a free centre of experience, has found expression in the religious experience, of Islam simply appaling."**(5)**

ڈاکٹر علی شرایعتی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"He does not surrender Western thinking..... the mysticism of Iqbal, which is neither Hindu Mysticism, nor religious fanaticism .... greatest revolutionary, as well as progressive and constructive principle which Islam has created by its world view, philosophy of life and ethics."**(6)**

اقبال اس بات کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔کہ اسلام کی حقیقی روح اور صحیح سمت پر اسکا مطالعہ کئے بغیر مغرب کا مفکر کیسے اسلام کے بارے میں کوئی بات کر سکتا ہے۔جب ان کی بے خبری کا یہ عالم ہوگا۔تو کیسے اسلامی کلچر کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔مسلم کلچر کی وضاحت میں یہی بنیادی نکتہ اقبال کے پیش نظر تھا۔

"The first important point to note about the spirit of Muslim culture then is that, for purpose of knowledge, it fixes its gaze on the concrete, the finite."**(7)**

اس حوالے سے سپنگلر کے اسلام کے بارے میں خیالات، تحقیق اور کلچر کے مفہوم میں وضاحت مشکوک ہو جاتی ہے۔یہاں محض سنی سنائی باتیں اور سطحی نقطہ نظر کارفرما ہے۔محمد سہیل عمر لکھتے ہیں:

''علامہ کی تنقید کے مطابق سپنگلر نے اسلام کے بارے میں چلتے ہوئے خیالات اور غیر مستند باتوں پر انحصار کر کے نظریہ سازی کر ڈالی۔اور اس طرح اپنے افکار کی عمارت ایک کمزور بنیاد پر تعمیر کی۔''**(۸)**

خالص اسلامی کلچر کی جہاں تک بات ہے۔تو اس میں دو بنیادی دھارے ابتداء ہی سے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔اعلیٰ فکر کا اعلیٰ ترین معیار، جس میں حکمت، دانائی اور سوچ کے گنج ہائے گرانمایا پوشیدہ ہیں۔اور دوسرا مذہب کی اصل روح کا فہم وادراک۔اسے ہم تصوف یا صوفیاء کرام کی روحانی تعلیم اور باطنی نگاہ کی عطا بھی کہہ سکتے ہیں۔جس سے مغرب کا مفکر قطعی نابلد رہا ہے۔اقبال کا نقطہ نظر یہی ہے کہ

> "In the history of Muslim culture, on the other hand, we find that both in the realism of pure intellect and religious psychology, but which term I mean higher Sufism the ideal revealed in the possession and enjoyment of the infinite".**(9)**

سعیدالدین جعفری کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''ایشیا کے قدیم مذاہب کی طرف اسلام بھی زمانۂ حال کی روشنی میں مطالعہ کیے جانے کا محتاج ہے۔ پرانے مفسرین، قرآن پاک اور دیگر اسلامی مفسرین نے بڑی خدمت کی ہے۔مگر ان کی تصانیف میں بہت سے باتیں ایسی ہیں جو جدید دماغ کو اپیل نہ کریں گی۔۔۔حکماء میں ابن رُشد اس قابل ہے کہ اسے دوبارہ دیکھا جائے۔علی ہذا القیاس غزالی اور رومی علیہم الرحمتہ''**(۱۰)**

آفاق اور ابدیت کا جو نقطہ اسلامی تعلیمات سے جڑا ہوا ہے۔اسکا ایک پہلو زماں ومکاں کا تصور ہے۔ اسلامی کلچر ان نکات سے لبالب ہے۔وہ زمان ومکان کے مادی اور آفاقی تصور کے درمیان تشکیل پاتا ہے۔یہاں صرف مادے کی دنیا نہیں۔جو صورت اہل مغرب کی نگاہ سے اوجھل ہے۔اُسی کا خسارہ مغربی کلچر کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اور اس خسارے کی زد میں بھٹکتا ہوا مغربی مفکر نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کی صورت مسلم کلچر کے بارے میں بھی گمراہ کن پروپیگنڈہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔اس حوالے سے اگر دیکھا جائے۔تو مغربی مفکر کی یہ مادہ پرست سوچ محدود ہوتے ہوئے محض زندگی کی چکا چوند پر رک جاتی ہے۔زندگی کے بعد کا سفر جو مابعدالطبیعات کا اہم ترین موضوع ہے۔اُن کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اگر ایسا بھی ہے۔تو بہت سطحی اور نامکمل۔جبکہ اسلامی کلچر میں زندگی اور موت کی حقیقت ساتھ ساتھ متشکل ہوتی ہے۔اقبال کے نزدیک:

> "In a culture, which such an attitude, the problem of space and time becomes a question of life and death"**(11)**

اسلامی کلچر کو جہاں اور بہت سے نکات بنیاد فراہم کرتے ہیں۔وہاں حرکت کا پہلو بھی بہت نمایاں ہے۔ یہاں جمود نہ مادی زندگی میں مطلوب ہے۔اور نہ مذہبی افکار میں۔ بلکہ ہر بدلتے لمحہ کے مطابق جنم لینے والے

معاملات و مسائل کو اسلام اجتہاد کے حوالے سے حل کرنا چاہتا ہے۔ اقبال کے خطبات میں اسلامی ثقافت کے حوالے سے اس پہلو کو انفرادیت حاصل ہے۔ بقول آل احمد سرور:

> ''اقبال کے ان خطبات میں سب سے اہم نکتہ اسلامی ثقافت میں حرکت کے اصول کی نشاندہی ہے۔ اسی لیے وہ اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسلامی قوانین پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں''۔ **(۱۲)**

محمد سہیل عمر بھی خطبات کی اسی بنیادی روح اور اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

> ''علامہ نے اپنے خطبات میں الہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید کے ذریعے مذہب کا ایسا ہی تصور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے جو منہاج انہوں نے اختیار کی۔ وہ اسلام اور علوم جدید (مابعد الطبعیات اور سائنس) کے درمیان تطبیق کے عمل سے عبارت ہے''۔ **(۱۳)**

یہی نکتہ ہے جو اقبال کی سوچ کو مذہب اور سائنس کے مابین ایک تعلق اور رابطہ عطا کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت کے درمیان ایک توازن پیدا ہوتا ہے۔ مغرب میں اس حوالے سے نہ تو خدا کا تصور ہے اور نہ اس ضمن میں اسلامی کلچر کے حوالے سے نبی آخر الزمان کی عظمت کو سمجھ سکے ہیں۔

> "The point to note is that the Magian admitted the existence of false gods, only he did not turn to worship them. Islam denies the very existence of false gods. In the connection Spenglar fails to appreciate the cultural value of the idea of the finality of Prophethood in Islam".**(14)**

اقبال نے اسلامی کلچر کے حوالے سے نبی پاک ﷺ اور اُن کی تعلیمات کو بنیادی اور ضروری حیثیت کا حامل قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی رہنمائی اور اطاعت گزاری اسلامی ثقافت کی شان ہے۔ اسلامی کلچر اس کے بغیر کھوکھلہ اور بے جان ہے۔ اقبال کے نزدیک پیغمبر اسلام کا وجود اور آپ کی تعلیمات قدیم اور جدید دونوں دنیاؤں کے درمیان حکمرانی کر رہی ہیں۔ اسی وجہ سے آپکے احکامات پر عمل کرنے سے دنیا اور دین دونوں کی فلاح ہے۔

اسطرح اقبالؒ کا تصور کلچر سنت و اسوۂ حسنہ قرآنی تعلیمات، توحید اور مسلم فلاسفہ کے افکار سے تشکیل پاتا ہے۔ جہاں ہمہ گیر انسانی اقدار، احترام آدمیت، اخلاقیات، آفاقیت اور سوسائٹی کے اجتماعی فوائد و ضروریات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ انہی عظیم اور آفاقی عوامل کی بنیاد پر اقبال نے ایک طرف اپنی دینی، تاریخی اور ثقافتی قدروں کو زندہ کیا۔ تو دوسری طرف اہل یورپ کے فلاسفہ کے منفی خیالات و رجحانات کو تجزیہ و تنقید کے حوالے سے

اسلام اوراس کے لازوال تصورات سے فرق اور بے بنیاد قرار دیا۔اسی حوالے سے اقبال خالد خلیل کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

''بحثیت مجموعی یورپ نے اپنے باشندوں کی تعلیم وتربیت میں سے مذہب کا عنصر حذف کردیا ہے۔اورکوئی نہیں کہہ سکتا۔کہ اس کی بے لگام انسانیت کا کیا حشر ہوگا۔''**(۱۵)**

اسطرح اقبال کے خطبات قرآن کو'عقل کل' قرار دیتے ہوئے یورپ کے منفی نظریات کے بت گراتے چلے جاتے ہیں۔دلچسپ بات تو یہ ہے کہ مغرب کے فلاسفہ اسلامی کلچر پر اپنی منتشر الخیالی کے ساتھ بات تو کرتے ہیں۔لیکن بھولے بھٹکے اپنے کلچر کی اصلیت پر بھی اظہار خیال کرتے جاتے ہیں۔اور مقام حیرت یہ کہ خود سپنگلر کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

مغربی کلچر کا تجزیہ کرکے سپنگلر کہتا ہے کہ مغرب کا کلچر متجسس روح کا کلچر ہے۔مغرب کی متجسس روح نے ایجاد وانکشاف کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے نیچے سے اُوپر ساری معاشی بنیادوں کو بدل کررکھ دیا۔اب قدرت محض غلام بن چکی تھی۔مشین نے فرد کی قوتوں میں بے حساب اضافہ کردیا۔اوراب کام ایک عظیم لفظ بنکر اخلاقی فکر کا جزو بن گیا۔سارے فکری دھارے اس کے غلام بن گئے۔اس نے خدااوراخلاقی روح کو تخت سے اُتار دیا۔اب مشین خدا بن چکی تھی۔''**(۱۶)**

سپنگلر کا اپنے مغرب کے لئے یہ سچ وہ حقیقت ہے۔جو مغرب کے کلچر کو اخلاقیات خدا، روحانیت اور آفاقی اقدار سے دور کیے ہوئے ہے۔جبکہ اس حوالے سے اقبال یہ سمجھتے ہیں۔کہ مسلمانوں کے پاس ایسے مواقع اور اسباب موجود ہیں اور رہے ہیں۔جہاں وہ کلچر کی اصل روح کو متحرک کرکے دنیا میں اپنا صحیح علمی نقطہ نظر نہ صرف واضح کرسکتے ہیں۔بلکہ اسے جدید دنیا کے نئے نظریات سے مطابقت بھی دے سکتے ہیں۔اس حوالے سے محمد سعید شیخ لکھتے ہیں:

"Allama Iqbal all alone keenly felt that Islam was to have an opportunity to mobilize to its law, its education, its culture, and to brign them into closer contect with its own original spirit and with the spirit of modern times".**(17)**

اقبال اصل میں مسلمانوں کی بے حسی، بے خبری اور بے عملی جیسے اوصاف سے واقف وآگاہ تھے۔لہٰذا اپنے خطبات میں اکثر وہ مسلمانوں کو جھنجوڑتے نظر آتے ہیں اور یہ بھی کہ جو قومیں اپنی شناخت کھودیتی ہیں۔انکا وجود صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہتا۔قرآن بھی قوموں کی اجتماعی کارکردگی پر حکم صادر کرتا ہے۔اقبال کہتے ہیں:

"It is one of the most essential teaching of the Quran that nations are collectively judged and suffer for

their misdeeds here and now".**(18)**

یوں تو مغربی مفکرین کے ہاں انفرادی سطح پر لفظ کلچر کا مفہوم کسی نہ کسی حوالے سے نظر آتا ہے۔لیکن اس پر غور وفکر کے دعویداروں اور مربوط کتب لکھنے والوں میں ٹی۔ایس۔ایلیٹ کا نام بھی سر فہرست ہے۔جس نے اپنے تئیں لفظ کلچر اور اس کی تشریحات میں بہت کچھ کہنے کی کوشش کی ہے۔

جہاں تک لفظ کلچر اور اس کی اہمیت کا سوال ہے۔ایلیٹ اس لفظ کی تشریحات بھی کرتا ہے۔اور اس کے مفہوم کو اپنے طور پر واضح کرنے کی کوشش بھی یہاں دکھائی دیتی ہے۔

ٹی۔ایس ایلیٹ اپنی کتاب "Notes towards a definition of culture" میں لکھتا ہے:

> "If we take culture, seriously, we see that a people does not need merely enough to eat but a proper and particular cuisne. Culture may be even be described simply as that which makes life worth living".**(19)**

گویا وہ کلچر کی افادیت کو اپنے نقطہ نظر سے سمجھتا ہے۔اور سنجیدہ نظری سے فرد کی دیگر ضروریات زندگی پر کلچر کو فوقیت دیتا ہے۔یعنی کلچر فرد کیلیئے ایسا سازگار، محفوظ اور جامعیت کا حامل دائرہ کار ہے۔ جہاں وہ مطمئن اور آسودہ حال ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ایلیٹ یہ اطمینان فرد کیلیئے کس کس زاویہ ہائے نگاہ سے فراہم کرتا ہے۔

یعنی اگر ثقافتوں کی آمیزش سے کلچر کی صورت ایک ہی ہے۔جس کی مجموعی صورت فائدمند ہو۔

> "....... necessity that a culture should be analysable, geographically, into local cultures. This raises the problem of regiionalism:"**(20)**

لیکن وہ اس میں پھر مقامی سطح پر مسائل کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

ایلیٹ کلچر کی تعریف میں مقامیت، علاقہ اور سماجی طبقات کی ایک اتحادی صورت حال کا متقاضی ہے۔ جس میں دیگر ثقافتوں کی آمیزش کا پہلو بھی موجود ہو۔کلچر کی وضاحت میں ایلیٹ مسلسل شک وشبہ کا شکار نظر آتا ہے۔ وہ نہیں سمجھ پاتا کہ مستقل طور پر کن عوامل کو کلچر کی تشکیل میں معاون بنانا ہے۔اس ضمن میں کیا کوئی سماجی تبدیلی ہو۔ کوئی سیاسی سسٹم کا ردو بدل ہو۔لوگوں کی تعلیم کیلیئے کوئی وسیع نظام ترتیب دیا جائے۔ یا سماجی ترقی کے کاموں کو تیز کر دیا جائے۔ ہر مقام پر ایک عجیب منتشر الخیالی اسے پیش نظر رہتی ہے۔ مذہب اور کلچر سے باہم متصادم اُسکا نقطہ نظر قدم بہ قدم اُس کے پیش نظر ہے۔

اس کے بعد ایلیٹ پھر اپنے نقطہ نظر سے متصادم نظر آتا ہے۔ کہ کلچر دراصل سوسائٹی کے اجتماعی عوامل سے

جڑا ہوا ہے۔یعنی پہلے طبقاتی حوالے سے بات کی۔پھر وہ اجتماعی صورت حوالہ دیتا ہے۔

"Culture is conceived as the creation of the society as a whole".**(21)**

ایلیٹ کا بکھرا ہوا ذہن کہیں کلچر کو مذہب کی پیداوار کہتا ہے اور کہیں مذہب کو کلچر کی پیداوار سمجھتا ہے۔اُس کے ہاں تشکیک کا رنگ بہت گہرا ہے۔

"...... The culture will appear be the product of the religion, or the religion the product of the culture"**(22)**

ایلیٹ کی خود سے تصادم سوچ پھر خود ہی گویا اقرار کرتی ہے کہ مذہب اور کلچر کو میں جس طرح دیکھتا اور سمجھتا ہوں۔اس ضمن میں خود، مشکل سے دوچار ہوں۔کہ میں ان دونوں کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر بہتر طور پر سمجھ بھی سکتا ہوں یا نہیں۔اور دوسرا یہ کہ ان دونوں کی عملی صورت حال کیا ہو سکتی ہے۔کبھی وہ مذہب کے حوالے سے اتنا اُلجھ جاتا ہے۔کہ وہ مذہب کو صرف پادریوں کا حوالہ اور اُن ہی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ تمام عقیدت مندوں کو اس حوالے سے اہم گردانتا ہے۔یعنی مذہب اپنے صاحب علم کی بصیرت اور ان کی تشریحات کا محتاج نہیں۔ بلکہ مذہب فرداً فرداً سب کی ضرورتوں کے مطابق اپنی صورت اور اہمیت بدلتا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مذہب ایک مرکزیت، جامع اور بنیادی کردار ادا کرنے کا اس کے نزدیک کوئی حوالہ اور حیثیت نہیں رکھتا۔

"A religion requires not only a body of priest who know what they are doing, but a body of worshippers who know what is being alone".**(23)**

اُس نے درحقیقت متھیو آرنلڈ کے نظریات سے استفادہ کیا۔جس نے مذہب کی بجائے کلچر کو زیادہ جامعیت کا حامل قرار دیا۔اُس کے نزدیک مذہب جذبات اور عقیدے سے جڑے ہوئے کچھ رنگ ہیں۔جو کلچر کی کسی نہ کسی حوالے سے ایک متبادل صورت حال ہو سکتے ہیں۔ایلیٹ اور دیگر مغربی مفکرین کا کلچر کے حوالے سے یہی بنیادی اختلاف ہے۔جو اسلام اور اقبال کے نقطۂ نظر سے کلچر کی حقیقی روح اور اس کے اصل مفہوم کے منافی ہے۔مغرب نے مذہب کو جُز وقتی ضرورتوں کے ساتھ باندھا۔جبکہ اسلام میں حیات و کائنات کے تمام مفاہیم کے سرچشمے مذہبی اور روحانی قدروں سے وابستہ ہیں۔۔

"Arnold gives the impression that culture is something more comprehensive than religion, that the latter is no more than a necessary element, supplying ethical formation and some emotional colour to culture which is the ultimate value."**(24)**

اور یہ بھی اسی نقطۂ نظر کا حوالہ ہے۔کہ کوئی بھی مذہب ہو۔اُسکا کوئی بھی معیار ہو۔وہ زندگی کو ظاہری طور پر معنی عطا کرتا ہے۔

اور کلچر کے لئے محض ایک فریم ورک ہے۔ اور یہ بھی کہ مذہب انسان کی وقتی ضرورت پوری کر کے غائب ہو جاتا ہے۔

ایلیٹ اپنے عہد کا جائزہ لیتے ہوئے مانتا ہے۔ کہ اُسکا عہد زوال پذیر ہے۔ اور اس کے عہد کا کلچر معیار میں پچھلے پچاس سال کے مقابلے میں گر چکا ہے۔ یہ زوال اُسے اپنے عہد کے ہر شعبہ ہائے زندگی اور انسانی رویوں میں بھی نظر آتا ہے۔ ایلیٹ کا سوال یہ ہے۔ کہ کیا کلچر کا کوئی مخصوص مقرر شدہ معیار ہوتا ہے۔ کہ ہم اس بنیاد پر ایک تہذیب کا دوسری تہذیب سے موازنہ کر سکیں۔ اور اس حوالے سے ہم اپنی تہذیب کی ترقی یا زوال کی نشاندہی کرنے کے لائق ہوں۔ تو وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ نہ تو ایسا ایک تہذیب کے دوسری تہذیب سے موازنہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ اپنی تہذیب کے مختلف زمانوں میں اسکے مختلف امور کا جائزہ لینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تمام کسی تہذیب کی مجموعی صورت حال کا جائزہ اور معیار بنانے کا کوئی مخصوص قاعدہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس طریقے سے تہذیب کی معیاری اور غیر معیاری صورت حال کا تعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

یہاں بھی ایلیٹ سوسائٹی کے زوال کو مذہب کے حوالے سے نہیں، بلکہ کلچر کے حوالے سے دیکھتا ہے۔ ایسا کلچر، جس کی بنیادوں میں مذہبی اور روحانی عوامل ناپید ہیں۔ اور نہ اُسکا نظریہ کلچر ان عوامل کا مرہون منت ہے۔ اُس کے نزدیک کلچر کی تشکیل و تعمیر اور اس کے ارتقاء کے مختلف پہلو ایک دوسرے سے باہم ملے جلے نظر نہیں آتے۔ کبھی کوئی اہم اور کبھی کوئی غیر اہم یوں لگتا ہے کہ ایلیٹ کے تصور کلچر کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے یہاں مذہب، فلسفہ، آرٹ / فنون اور ان سے متعلقہ دوسرے عوامل کو ایک مرکزیت پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ اُس کے نزدیک سوسائٹی کے مختلف طبقوں کی خود پیدا کردہ میراث ہے۔ اُن کے اپنے شعبے ہیں۔ جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق اور رابطہ نہیں ہوتا۔

مجموعی طور پر دیکھیں تو ایلیٹ جمالیاتی حسیّات کو روحانی محسوسات کے ردوبدل کے حوالے سے بھی دیکھتا ہے۔ اور عیسائیت کے بعض ایسے حوالوں کو بھی بنیادی بناتا ہے۔ کہ وسیع پیمانے پر مذہب کی غیر موجودگی میں بھی کلچر کو وسعت پذیری اور ارتقائی صورت عطا کی جا سکتی ہے۔ اقبال کا تصور کلچر اسلامی سوسائٹی کے نقطہ نظر سے یہاں ایلیٹ کی سوچ سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مذہب کی مرکزیت اور اس کے مستقل حوالوں کو مسترد کرتی ہوئی مغربی سوچ ہے۔

ایلیٹ کی سوچ تصورِ کلچر کی تشکیل کے حوالے سے انفرادی عوامل کو قدرے زیادہ اہم سمجھتی ہے۔ نسبتاً اس کی اجتماعی صورتِ حال کے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی اہم اور نتیجہ خیز نکتہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ کسی اور مفکر کی سوچ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی کی کتاب کا حوالہ اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی خود کو عقل کُل سمجھتے

ہوئے سوسائٹی کے کلچر اور اس کے نشیب و فراز پر بات کرتا ہے۔ اور جب تھکی ہاری سوچ پھر پلٹتی ہے تو بالآخر واضح الفاظ میں کلچر کے ارتقاء میں مذہب کا عمل دخل مکمل طور پر ختم کر دیتا ہے۔

اقبال کے نقطہ نظر میں اُن کے وسیع مطالعہ، کشادہ نظری اور صحیح اسلامی روح کے ساتھ ساتھ احترام آدمیت کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اپنے خطبات ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' میں جہاں انہوں نے اور بہت سے موضوعات پر اظہار کیا۔ اور سائنسی و مذہبی استدلال و توازن کا راستہ اختیار کیا۔ وہاں خاص طور پر اپنے پانچویں خطبہ "The Spirit of Muslims Culture" یعنی ''اسلامی ثقافت کی روح'' سے متعلق اپنے جامع نظریات پیش کئے ہیں۔

اقبال کے نظریات جو اسلامی تہذیب کے حوالے سے ہیں ان کا جائزہ لیتے ہوئے ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے تصور تہذیب کا جائزہ لیا جائے۔ تو وہاں کی دنیا بڑی محدود اور تنگ نظری کا شکار لگتی ہے۔

ایلیٹ نے زبان شعر و ادب، سماج اور شعور و ادراک میں رد و بدل کے حوالے سے کلچر پر بحث کی ہے۔ مذہب و اخلاق کا خانہ وہاں خالی ہونے کے برابر ہے۔ وہ ضروری سمجھتا ہے۔ کہ:

۱۔ کلچر کی ترقی وسعت اور ارتقاء کے لیے ضروری ہے۔ کہ صرف اپنے محسنوں کے کارناموں پر ہی فخر نہ کیا جائے۔ بلکہ عظیم مصنف پیدا ہوتے رہیں۔ ورنہ کلچر کا زوال شروع ہو جائے گا۔ اور ممکن ہے۔ کہ کوئی اور قوی تر کلچر اُسے اپنے اندر ضم کر لے۔

۲۔ اُس نے اس بات پر زور دیا۔ کہ کلچر کی نشو و نما میں ضروری نہیں کہ ہر ایک کلچر کی نشو و نما میں شریک ہو۔ بلکہ ہراول دستے کے طور پر صاحب شعور موجود رہیں۔ جن کے باعث ارتقاء جاری رہے۔

جبکہ ایلیٹ کے ہاں طبقاتی تقسیم موجود ہے۔ جسے (1) Land Lords. (2) Middle Class. (3) Lobour Class کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ سوسائٹی کا نام پانے والے اپنے خاندانی تعلقات اور رشتوں کو اپنے تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ گویا یہاں کلچر اس طبقاتی تقسیم کے بغیر پنپ ہی نہیں سکتا۔

علامہ اقبال اور ایلیٹ کے کلچر سے متعلق جداگانہ اور اختلافی نقطہ نظر کے باوصف کہا جا سکتا ہے۔ کہ:

☆ ایلیٹ نے اگرچہ لسانی، ماحولیاتی، سماجی، قانونی اور فطری تقاضوں کو تہذیب'' میں جگہ دی لیکن روحانیت اور مذہب کا عنصر یہاں اپنا نقش نہ جما سکا۔ اسی طرح اسلامی تہذیب میں جو آفاقیت اور ابدیت موجود ہے۔ اُس سے یہ تہذیب عاری ہے۔

☆ اسلامی تہذیب جس احترام آدمیت کا پیغام دیتی ہے۔ ایلیٹ کا تصور تہذیب اس سے نا آشنا ہے۔

☆ مغربی تہذیب سے روحانیت اور مذہب کا خانہ غائب ہوا۔ تو آج وہ تہذیب جہالت، اور خونریزی کے اعلیٰ مقام پر

فائز ہے۔

☆ مغربی تہذیب میں مقامی اعتبار سے زندہ رہنے والے عناصر ہیں۔ جبکہ اسلامی تہذیب اسے کائنات پر محیط دیکھتی ہے۔

☆ حیات انسانی اور نظام کائنات کی تمام تر ممکنہ تخلیقی صلاحتیں اور مثبت رویے اسلامی تہذیب کی تشکیل میں معاون ہیں۔ جبکہ مغرب کی تہذیب محض خارجی علم اور سطحیت کی حامل ہے۔

اقبال نے جس تہذیب کا تصور دیا۔ وہ مکمل طور پر حیات انسانی کی تکمیل وتشکیل میں معاون ہے۔ اس میں وہ آفاقیت ہے۔ جو ہر زمانے، ماحول اور ہر مزاج ومعاشرے کی بنیادی ضرورت بنے گی۔۔ یہی اسلام کی اصل روح ہے۔ یہی اس تہذیب کی اصل پہچان ہے۔ کہ زندگی کی بنیادی ضرورت سے الگ اسکا کوئی وجود نہیں۔ یہ تہذیب کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ اسکا مالک ومختار ذات کل ہے۔ یہ کسی طبقے کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ تمام انسانوں کے لئے مفید اور یکساں ہے۔ اس میں ارتقاء کے قوانین قدرتی اور آفاقی ہیں۔ کسی صاحب اختیار کا حکم نہیں۔ کہ اس میں ردوبدل ہو سکے۔ اہل مغرب نے اسی توازن اور آفاقیت کا دامن چھوڑا۔ تو انسانی اقدار زوال پذیر ہوئیں۔ اور دنیا جائے امن کی بجائے آگ اگل رہی ہے۔

حوالہ جات

1۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''کلچر کیا ہے؟''، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۱۷

2۔ ایضاً، ص ۴۲

3. Mohammad Iqbal Allama, The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam, S.h, Mohammad Ashraf, Kashmiri Lahore, February, 1960, Page, 114.

6. Ibid, P.113

5. Mohammad Iqbal,Allama, The Reconstruction of Religious thought in Islam, S.H, Mohammad Ashraf, Kashmiri Bazar, Lahore, 1960, P, 143.

6. Ali Shariati, Dr, A manifestation of Self-reconstruction reformation, P, 83.

7. Mohmmad Iqbal, Allama, Ibid, P, 104

۸۔ محمد سہیل عمر، ''خطبات اقبال نئے تناظر میں''، ص ۱۲۴

9. Mohammad Iqbal, Allama, Ibid, P, 132

۱۰۔ خط بنام سعید الدین جعفری، ۱۴؍نومبر ۱۹۲۳ء، از ''کلیات مکاتیب اقبال''، جلد دوم، مرّتبہ، سید مظفر حسین برنی، اُردو بازار، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۳۲

11. Mohammad Iqbal, Allama, Ibid, P, 132.

۱۲۔ آل احمد سرور، ''خطبات اقبال پر ایک نظر''، از مولانا سعید احمد اکبر آبادی، اقبال اکادمی، لاہور، طبع ثانی، ۱۹۸۷ء، ص ۸

۱۳۔ محمد سہیل عمر، ''خطبات اقبال نئے تناظر میں''،فلیپ

14. Mohammad Iqbal, Allama, P, 114 18. Ibid, P 126

۱۵۔ کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم، مرّتبہ، سید مظفر حسین برنی، اُردو بازار، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۴۲۲

۱۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''کلچر کیا ہے؟''، ص ۸۳

17. M. Saeed Sheikh, Edited, The Reconstruction of Religious thoughts in Islam, by Allama Iqbal, Iqbal Academy, Lahore, P.11

18. Mohammad Iqbal, Allama, P. 138

19. T.S Eliot, Notes towards the definition of culture, Faber and Faber Limited, 24 Russel Square, London, P.27.

20. Ibid, P.15 21. Ibid, P.37 22. Ibid, P.15

23. Ibid, P.24 24. Ibid, P.28